ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

شیخ احمد سرہندیؒ اور مدرسہ رحیمیہ کی علمی خدمات: ایک تحقیقی جائزہ

The scholarly contributions of Hazrat Mujaddid Alif Thani and Madrasa Rahimiya in the subcontinent: A research review

Dr. Muhammad Tahir Akbar,
Assistant Prof. UCP Bahawalpur.
E-mail: 786tiens@gmail.com,
ORCID ID: https://orcid.org/my-orcid?orcid=0009-0008-2290-594X

- **Abstract:**

The Mughal Emperor Jalaluddin Muhammad Akbar imposed the Akbari religion in the subcontinent. Against which Sheikh Ahmed Sarhindi (Hazrat Mujaddid Alf Thani) and his companions struggled and finally the religion of Islam was revived again.
From the decline of the Mughal rule to the establishment of Pakistan, like other madrasas in the subcontinent, the academic services of the "Madrasa Rahimia" of Shah Abdul Rahim Dehlvi and his son Hazrat Shah Waliullah are also very prominent for the promotion and propagation of the religion of Islam. In the article under consideration, in addition to the services of Hazrat Mujaddid Alf Thani, the services of the Madrasa Rahimia have also been reviewed very briefly.
In the article under consideration, not only the services of Hazrat Mujaddid Alf Thani have been reviewed but also the services of the "Madrasa Rahimia" of Shah Abdul Rahim and his son Hazrat Shah Waliullah have been reviewed.
This research article is a historical and analytical study, which not only examines the services of Hazrat Mujaddid Alf Thani, but also the services of Shah Abdul Rahim and his son Hazrat Shah Waliullah at the Madrasa Rahimiya.
This article shows that the fabric of most of the well-known sects of the subcontinent, Deobandi, Ahle Hadith, Salafi, Aligarh-educated religious scholars, and the Pakistan Movement and the Islamic revival movements of the entire subcontinent, is traced back to the madrasa Rahimya. It is very important for scholars and the general public to know the details in this regard so that the wave of sectarianism can be controlled.

- Keywords:

Mujaddad Alf Thani, Madarsa Rahimya, Shah waliallah, Molana Mamlook Ali, Din e Akbari,

- **تمہید:**

برصغیر پاک وہند میں دین اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے برصغیر کے طویل وعریض خطے جیسے بنگال، دکن، سندھ، پنجاب اور دیگر علاقوں میں دینی مدارس، علمائے دین، سلاسل تصوف اور اسلامی تحاریک نے کردار ادا کیا۔ شہنشاہ اکبر کے دور میں دین اکبری کے خلاف جدوجہد کے حوالہ سے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ برصغیر میں مسلمانوں کے دور زوال میں دینی مدارس کی خدمات کے حوالہ سے ایک تحقیقی کتاب مولانا ابوالحسنات ندوی نے تحریر کی ہے[1]۔ برصغیر کے دیگر مدارس کی طرح دین اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے شاہ عبدالرحیم دہلویؒ اور ان کے صاحبزادہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مدرسہ رحیمیہ کی علمی خدمات بھی نہایت نمایاں ہیں۔ زیر نظر مضمون میں نہایت مختصر طور پر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمات کے علاوہ مدرسہ رحیمیہ کی خدمات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

- منہج تحقیق:

زیر نظر تحقیقی مضمون ایک تاریخی اور تجزیاتی مطالعہ ہے۔ جس میں نہ صرف حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے بلکہ شاہ عبدالرحیم اور ان کے فرزند حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مدرسہ رحیمیہ کی خدمات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس حوالہ سے مستند کتب کے حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں۔ اس حوالہ سے مندرجہ ذیل ترتیب سے حضرت مجدد الف ثانیؒ اور مدرسہ رحیمیہ کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

1) دین اکبری کے خلاف حضرت مجدد الف ثانی کی جدوجہد:
2) شاہ عبدالرحیمؒ کے اجداد کا حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جدوجہد میں حصہ:
3) شاہ عبدالرحیمؒ کی علمی خدمات:
4) شاہ عبدالرحیمؒ کے فرزند شاہ ولی اللہؒ کی علمی خدمات:
5) خانوادہِ شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کا عملی جہاد و قتال میں حصہ:
6) شاہ عبدالرحیم کے پوتوں کی علمی خدمات، جہاد و ہجرت:
7) مولانا مملوک علیؒ کے شاگرد کی مدرسہ دیوبند کے حوالہ سے خدمات:
8) مدرسہ رحیمیہ سے فارغ التحصیل مولانا مملوک علیؒ کے شاگرد کی علی گڑھ تحریک کے حوالہ سے خدمات:
9) مدرسہ رحیمیہ سے بالواسطہ استفادہ کرنے والے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی علمی خدمات:
10) تحریک علی گڑھ سے وابستہ رہنے والے مولانا شبلی نعمانیؒ کی علمی خدمات:
11) تحریک علی گڑھ سے وابستہ رہنے والے مولانا محمد علی جوہر کی علمی خدمات:

- 1۔ دین اکبری کے خلاف حضرت مجدد الف ثانی کی جدوجہد:

حضرت مجدد الف ثانی 1546ء میں مخدوم عبدالاحد کے گھر سرہند میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام احمد اور لقب بدرالدین تھا۔ آپ نے تعلیم اپنے والد اور دیگر علمائے دین سے حاصل کی۔ اکبر آباد میں قیام کے دوران آپ کی ملاقاتیں شہنشاہ اکبر کے نورتن میں شامل دو بھائیوں ابوالفضل اور فیضی سے بھی رہیں۔ ان دنوں فیضی قرآن کریم کی غیر منقوط تفسیر (سواطع الالہام) لکھنے میں مصروف تھے۔ اکبر نے ہندوستان میں تمام مذاہب کو یکجا کرنے کی کوشش کی اور ایک مشترک دین ایجاد کیا جو دین اکبری کے نام سے معروف ہوا[2]۔ اس نے ذیل کے امور کی ترویج کی۔

- اکبر نے سورج اور آگ کی پوجا کی ترویج کی۔
- گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگادی۔
- شکار پر پابندی لگادی۔
- اکبر نے ہندو عورتوں سے شادیاں کیں۔
- مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں سے نہایت اچھا سلوک کیا۔
- دین الٰہی کے نام سے ایک نئے مشترک دین کی ابتداء کی۔ سجدہ تعظیمی کو ضروری قرار دیا۔

ان حالات کے پیش نظر شیخ احمد سرہندی؛ مجدد الف ثانیؒ کی تحریک شروع ہوئی اور آخر کار یہ تحریک کامیاب ہوئی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فضول رسوم ورواج اور بدعات کے خاتمے پر زور دیا۔ آپ نے برصغیر میں سلسلہ نقشبندیہ کو جاری کیا، جس میں شریعت پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا، قوالی اور سماع پر سختی سے پابندی تھی۔ ہندوانہ رسومات کا خاتمہ کیا۔ چلہ کشی کو خلاف شریعت بتایا، وحدت الوجود کے فلسفہ کے پیش نظر نعرہ "اناالحق" کو خلاف شریعت بتایا، پیروں کی درگاہ سمیت ہر جگہ خواتین کو پردہ کرنے کی نصیحت کی۔ آپ نے سجدہ تعظیمی کے خاتمے کی جدوجہد کی۔[3]۔ آپ کی ان خدمات کے نتیجہ میں آپ کو مجدد الف ثانیؒ کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

- 2۔شاہ عبدالرحیم کے اجداد کا دین اکبری کے خلاف جدوجہد میں حصہ:

شاہ عبدالرحیمؒ کے والد شیخ وجیہ الدینؒ کے خسر شیخ رفیع الدین محمد بھی ایک عظیم عالم وصوفی تھے۔وہ خانقاہ کے سجادہ نشین بھی تھے جو ان کے والد ماجد شیخ قطب العالم سے وراثت میں ملی تھی۔ برصغیر میں امام نقشبندیہ حضرت خواجہ باقی باللہ(1012ء تا1063ء)نے بھی ان کی خانقاہ میں تعلیم وتربیت پانے کے بعد ان کے مشورہ پر نقشبندیہ طریقہ کے عظیم ترین شیخ وقت خواجہ امکنگی محمد کے پاس تکمیل معرفت کرنے بخارا گئے تھے[4]۔بعد ازاں حضرت خواجہ باقی باللہ کے تربیت یافتہ شیخ احمد سرہندیؒ؛مجدد الف ثانی نے برصغیر میں دین اکبری کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور برصغیر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ ممکن ہوئی۔

دین اکبری کے خلاف تحریک میں برصغیر کے دیگر علمائے کرام کی طرح؛ شاہ عبدالرحیم کے خاندان نے بھی شیخ احمد سرہندیؒ کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ شاہ عبدالرحیم کے صاحبزادہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مجدد الف ثانی کے شیخ خواجہ باقی باللہ کے فرزند سے سلسلہ نقشبند میں تربیت پائی۔[5]

3۔شاہ عبدالرحیم کی علمی خدمات:

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کا نسب والد کی جانب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور والدہ کی جانب سے امام موسیٰ کاظمؒ تک پہنچتا ہے۔ان کے والد
شیخ وجیہہ الدین صاحب السیف والقلم تھے۔ آپ کے دادا شیخ محمود بھی عالم وفاضل تھے۔ شاہ عبدالرحیمؒ کے والد شیخ وجیہ الدینؒ بھی تعلیم وتزکیہ اور رشد وہدایت میں مصروف رہے۔ آپ کے ایک جد امجد شیخ احمد بن یوسف سلطان سکندر لودھی کے معاصر اور ان کے دربار سے علمی طور سے وابستہ تھے۔شاہ عبدالرحیم کے والد شیخ وجیہ الدین فاروقی؛ منصب قضاء چھوڑ کر آرزوے شہادت میں مغل افواج سے وابستہ ہوئے اور جلد ہی ان کی تمنا بر آئی۔وہ مالوہ کے قصبہ ہنڈیا میں ایک معرکہ حق وباطل میں شہادت کو پہنچے اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔ شیخ رفیع الدین محمد علوی کی دختر سے ان کے تین فرزند ہوئے تھے: فرزند اکبر شیخ ابوالرضا محمد (م۷ا محرم ۱۱۰۱ھ/ ۲۱ اکتوبر ۱۶۹۰ء) تھے، دوسرے شیخ عبد الرحیم والد ماجد اور تیسرے شیخ عبدالحکیم تھے۔(انفاس العارفین ۳۶۰-۳۳۸)۔ آپ نے دہلی میں مدرسہ رحیمیہ قائم کیا جس سے ہزاروں تشنگان علوم نے علم حاصل کیا۔ مدرسہ رحیمیہ میں ایسے نصاب کے تحت تعلیم دی جاتی تھی؛ جس سے نوجوان نسل میں علم وحکمت کے ساتھ ساتھ جہاد کا جذبہ بھی پیدا ہوتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ بعد ازاں اس مدرسہ کے طلباء نے عملی جہاد میں حصہ لیا۔[6]

- 4۔شاہ عبدالرحیم کے فرزند حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمات:

شاہ عبدالرحیم کے صاحبزادہ حضرت شاہ ولی اللہؒ(1703ء تا1762ء) دہلی میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں شاہ ولی اللہ نے ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا اور دس سال کے مختصر عرصے میں حدیث، تفسیر، فقہ، معانی، کلام، ادب، فلسفہ، منطق، طب، ہیئت اور ریاضی میں مہارت حاصل کی اور پندرہ سال کی عمر میں نقشبندی طریق پر اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کے اساتذہ میں والد شاہ عبدالرحیمؒ کے علاوہ شیخ محمد فاضل سندھیؒ، شیخ محمد افضل سیالکوٹیؒ کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے شیخ حضرت باقی باللہ کے فرزند خواجہ خورد بھی شامل ہیں[7]۔ جب آپ حج وزیارات کے لئے حرمین شریفین گئے تو وہاں چودہ ماہ قیام کے دوران شیخ ابو طاہر سے حدیث کے علم میں سند حاصل کی۔ جب آپ وطن واپس آئے تو مرہٹوں نے ہندوستان کے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا ہوا تھا۔ شاہ ولی اللہؒ کی دعوت پر احمد شاہ ابدالیؒ نے 1761ء میں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو تہ تیغ کرکے اس فتنے کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کیا اور ہندوستان سے واپس چلا گیا۔ اس فتنے کے خاتمہ کے باوجود مسلمان خواب غفلت سے نہ جاگے۔

شاہ ولی اللہؒ نے قرآن پاک کا فارسی زبان میں ترجمہ "فتح الرحمٰن" کیا۔ آپ نے فارسی میں اصولِ تفسیر پر الفوز الکبیر فی اصول التفسیر لکھی۔ یہ کتاب مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ انسانی معاشرے کے آغاز، ارتقاء، تکمیل اور سیاسیات پر معروف کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" تحریر فرمائی۔ شیعہ اور سنی فساد کو رفع کرنے کے حوالہ سے آپ نے رسالہ "ازالۃ الخلفاء" لکھ کر بہت سی غلط فہمیوں کو رفع کیا۔ وحدت الوجود و وحدت الشہود کی تطبیق پر آپ نے "فیصلہ وحدت الوجود والشہود" تحریر فرمائی۔ محمد یاسین مظہر صدیقی نے اپنی کتاب "حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا تعارف" میں آپ کی 43 کتب کا تذکرہ کیا ہے اور ان میں سے جو کتب شائع ہو چکی ہیں ان کے مکمل حوالہ جات بھی تحریر کیے ہیں۔

جن میں سے 12 کتب ریختہ[8] کی ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بنیادی طور پر قرآن مجید پانچ علوم یا مضامین پر مشتمل ہے جو بالترتیب یہ ہیں۔

- علم الاحکام: حرام وحلال، فرض، مندوب، مستحب، مکروہ وغیرہ خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے۔
- علم مناظرہ: یہ علم الکلام ہے جو غیر مسلم طبقات کے عقائد ونظریات سے متکلمانہ بحث کرتا ہے۔
- علم تذکیر بالاء اللہ: انفس و آفاق اور تمام مخلوقات کائنات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی یاد قائم کرنے کا علم ہے۔

- علم تذکیر بایام اللہ: قرآنی قصوں اور تاریخی واقعات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی فرمانروائی اور توحید یاد دلانے کا علم ہے۔
- علم تذکیر بالموت ومابعدہ: موت اور دوسری دنیا کے احوال و معاملات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی فرمانروائی تسلیم کرنے کا علم ہے۔

آخری عمر میں عبادت، زہد اور ریاضت کی جانب زیادہ متوجہ ہوئے۔ اشراق کے بعد بہت دیر مراقبہ میں مشغول رہتے، نہ تو پہلو بدلتے اور نہ ہی کوئی حرکت کرتے تھے۔ مراقبہ کے بعد جو کشف ہوتا، اسے لکھ لیتے تھے[9]۔ آپ نے اصلاح احوال کے لئے درج ذیل اقدامات پر زور دیا۔

- دولت کی نامنصفانہ تقسیم کو ختم کر کے مساوات کو رواج دینے پر زور دیا۔
- آپ کی خواہش تھی کہ دنیا بھر کے مسلمان ایک وحدت میں نظر آئیں۔
- مسلم معاشرہ کی اجتماعی اخلاقیات کو سدھارنے کی کوششیں کیں۔
- اسلام کو ہندوؤں کی رسوم کے اثرات سے بچایا اور مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ سادہ اور خالص اسلام اپنائیں۔ آپ نے شادی، موت اور پیدائش کے موقع پر نبھائی جانے والی رسومات کی بھی مخالفت کی۔
- آپ نے نکاح ثانی کو رسول اللہ ﷺ کی سنت قرار دیتے ہوئے، مسلمانوں کو اس جانب راغب کرنے کی کوشش کی کیونکہ اس دور میں ہندوؤں کے زیر اثر نکاح ثانی کو اچھا نہ سمجھا جاتا تھا۔
- آپ نے نئے مسائل اور رجحانات کے حوالہ سے اجتہاد کی اہمیت پر زور دیا۔ آپ نے مجتہدین کو دعوت دی کہ وہ نئے حالات کے مطابق قوانین کو ڈھالیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے مجتہد کے لئے خاص شرائط بھی بتائیں کہ وہ شریعت الٰہی، قرآن پاک، سنت اور احادیث اور اجماع و قیاس کے علوم سے پوری طرح بہرہ ور ہو۔ علامہ محمد اقبالؒ نے اپنی نثری تحریروں میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ اجتہاد کو بے حد سراہا ہے۔[10]
- **5۔ خانوادہ شاہ عبد الرحیم دہلویؒ کا عملی جہاد و قتال میں حصہ:**

جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ شاہ عبد الرحیم کے والد شیخ وجیہ الدین فاروقی؛ منصب قضاء چھوڑ کر آرزوئے شہادت میں مغل افواج سے وابستہ ہوئے اور جلد ہی ان کی تمنا بر آئی۔ وہ مالوہ کے قصبہ ہنڈیا میں ایک معرکہ حق و باطل میں شہادت کو پہنچے اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔ اس کے علاوہ شاہ ولی اللہؒ کے پوتے (شاہ عبد الغنی کے فرزند) سید اسماعیل شہیدؒ، مدرسہ رحیمیہ کے فارغ التحصیل عالم دین سید احمد شہیدؒ بریلوی اور دیگر اکابرین امت؛ سکھوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے معرکہ بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب یہ وہ وقت تھا جب پنجاب پر سکھ قابض ہو چکے تھے اور ہندوستان میں انگریزوں کا اثر ورسوخ بہت زیادہ بڑھ چکا تھا۔ ایسے وقت میں مدرسہ رحیمیہ سے فارغ التحصیل سید احمد شہید بریلویؒ، شاہ ولی اللہؒ کے فرزند شاہ عبد العزیز اور شاہ عبد الغنی کے فرزند اور شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہید نے جہاد و قتال کے لئے فرزندانِ توحید کو جمع کرنا شروع کیا جس کے نتیجہ میں تحریک مجاہدین وجود میں آئی جس کی مثال آخری صدیوں میں نہیں ملتی۔ انہوں نے اپنی مہم کا آغاز ہندوستان کی شمال مغربی سرحد سے کیا۔ سکھوں سے جنگ کر کے مفتوحہ علاقوں میں اسلامی قوانین نافذ کیے۔ لیکن بالآخر 1831ء میں رنجیت سنگھ کی کوششوں کے نتیجے میں بعض مقامی پٹھانوں نے بے وفائی کی اور بالاکوٹ کے میدان میں سید احمد شہید بریلویؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے بعض رفقا نے جام شہادت نوش فرمایا۔[11]

- **6۔ شاہ عبد الرحیم کے پوتوں کی علمی خدمات، جہاد و ہجرت:**

شاہ عبد الرحیم کے پوتوں اور شاہ ولی اللہؒ کے فرزندوں نے بھی بے مثال خدمات سرانجام دیں۔ دو فرزندوں نے اردو زبان میں ترجمہ قرآن کیا، جس کے بعد اردو زبان میں تاحال بیسیوں تراجم و تفاسیر قرآن منظر عام پر آ چکے ہیں۔ آج ہمیں فارسی اور عربی شاعری کی طرح اردو شاعری میں قرآنی تعلیمات، اثرات و تلمیحات نہایت نمایاں نظر آتے ہیں۔ بیسویں صدی اور اکیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں 20 سے زائد منظوم تراجم و تفاسیر قرآن منظر عام پر آ چکی ہیں۔ لیکن یہ اردو زبان کے اولین تراجم قرآن نہیں تھے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ شاہ مراد اللہ سنبھلی انصاری (م 1771ء) نے "تفسیر مرادیہ" کے نام سے اردو زبان کا اولین ترجمہ و تفسیر کیا۔ اس کا مسودہ ہندوستان کے شہر بھوپال کی نور الحسن لائبریری میں موجود ہے۔ یہ ترجمہ 1130 ہجری میں ہوا۔ اردو زبان کا دوسرا ترجمہ قرآن 1150ھ میں ہوا جو آصفیہ لائبریری حیدر آباد دکن میں موجود ہے لیکن اس کے مفسر کا نام معلوم نہیں۔ بعد ازاں شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ نے 1190 ہجری میں قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کیا اور اس کے قریباً 15 سال بعد ان کے بھائی شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ نے قرآن کریم کا بامحاورہ ترجمہ "موضح قرآن" کے نام سے کیا جو اہل علم میں آج تک متداول ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

شاہ ولی اللہؒ کے بعد مدرسہ رحیمیہ کی مسند ان کے فرزند شاہ عبد العزیزؒ نے سنبھالی۔ آپ نے "تفسیر فتح العزیز" سمیت بہت سی کتب تحریر فرمائیں۔ آپ کی کاوشوں سے ہی مسلمان مجاہدین نے سکھوں کے خلاف عملی جہاد و قتال کیا۔ احمد شاہ ابدالی کی کامیاب واپسی کے بعد مسلمان دوبارہ کمزور پڑ گئے اور برطانوی کمپنی کی قوت میں بھی اضافہ ہونے لگا، پنجاب میں سکھوں نے اقتدار سنبھال لیا۔ شاہ عبد العزیز نے اصلاح احوال کے لئے ایک مرتبہ پھر افغانستان کے حکمران کی جانب دیکھا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اس پر آپ نے ہندوستان کے شمال مغربی علاقوں کو اپنا مرکز بنایا اور مجاہدین اکٹھے کرنا شروع کیے۔ سید احمد شہیدؒ، سید اسماعیل شہیدؒ، مولانا عبد الحئیؒ اور دیگر اکابرین نے آپ کا ساتھ دیا۔ بالاکوٹ میں مجاہدین نے سکھوں کے خلاف جنگ کی، اس جنگ میں سید احمد، سید اسماعیل شہید اور دیگر بعض اکابرین شہید ہوئے۔

شاہ رفیع الدین نے دیگر کتب کے علاوہ؛ قرآن مجید کا لفظی ترجمہ کیا۔ اور "تفسیر رفیع" کے نام سے مختصر تفسیر بھی تحریر کی۔ شاہ عبد القادر دہلوی نے قرآن کریم کا بامحاورہ اردو ترجمہ کیا جو "موضح قرآن" کے نام سے معروف ہے اور تمام اردو تراجم قرآنی کا سرچشمہ و منبع بنا۔ شاہ عبد الغنی کا جوانی میں انتقال ہو گیا، ان کی علمی یادگار تو نہیں ہے لیکن انکے فرزند شاہ اسماعیل شہیدؒ نے علم و عمل کی دنیا میں اپنے مستقل نشانات قائم کیے اور سکھوں کے خلاف مجاہدین کے ہمراہ عملی جہاد و قتال کیا اور بالاکوٹ کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

شاہ عبد العزیز نے اپنا جانشین اپنے نواسے شاہ محمد اسحٰق کو بنایا تھا، وہ ان کی زندگی میں ہی درس دیتے تھے۔ سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریک مجاہدین کی ناکامی کے بعد آپ نے 1843ء میں دہلی سے ہجرت کی اور مکہ معظمہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا اور مکہ میں مستقل سکونت کے دوران ہندوستان کے جن طلباء نے آپ سے استفادہ کیا اور تعلیم حاصل کی، ان میں نواب صدیق حسن بھوپالی کے استاد شاہ محمد یعقوب دہلوی اور ان کے جانشین شاہ عبد الغنی دہلوی، شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی، سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا امداد اللہ مہاجر مکی، مفتی صدر الدین اور مولانا احمد علی سہارنپوری قابل ذکر ہیں۔ آپ نے 1847ء میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں۔[12]

- 7۔ مولانا مملوک علیؒ کے ایک شاگرد کی مدرسہ دیوبند کے حوالہ سے خدمات:

مولانا مملوک علی نانوتوی؛ مدرسہ رحیمیہ سے فارغ التحصیل تھے۔ آپ نے دہلی کالج میں بطور مدرس خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے شاگردوں میں سے جنہوں نے امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا ان میں سر سید احمد خان (بانی علی گڑھ تحریک)، مولانا قاسم علی نانوتوی (بانی دار العلوم دیوبند)، مفسر قرآن؛ ڈپٹی نذیر احمد، مولانا رشید احمد گنگوہی (سرپرست دار العلوم دیوبند)، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور ان کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ جیسے صاحب علم و فضل شامل ہیں۔ مولانا کی وفات 1851ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے مزار کے قریب ہے۔

دار العلوم دیوبند کی بنیاد مولانا شبیر احمد عثمانی کے والد مولوی فضل الرحمن اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے والد مولوی ذوالفقار علی ضلع سہارن پور کے ایک گاؤں دیوبند کی کچی مسجد میں 1866ء میں رکھی۔ مدرسہ کے اصول و قواعد مولانا قاسم نانوتویؒ نے مرتب کیے اور آپ کے نام سے شروع میں مدرسہ کا نام قاسم العلوم کہلایا۔ جامعہ کا آغاز ایک مدرس مولانا محمد محمود اور ایک شاگرد مولانا محمود الحسن (شیخ الہند، مفسر قرآن) سے ہوا۔[13]

فضلائے دار العلوم دیوبند میں مولانا محمود الحسن (شیخ الہند) مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا انور شاہ کشمیری، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا الیاس کاندھلوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مفسر قرآن؛ مفتی محمد شفیع عثمانی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)، مولانا عبد الحق حقانی، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا محمد احمد لاہوری، مولانا مفتی محمود (سابق وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ) کے نام نمایاں ہیں۔ ان بزرگوں میں سے مولانا اشرف علی تھانویؒ، مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، مولانا ظفر علی تھانویؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کھل کر مسلم لیگ اور قائد اعظم کا ساتھ دیا تھا۔

دار العلوم دیوبند میں صرف برصغیر سے ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک سے بھی علم کے متلاشی آئے اور اپنی پیاس بجھائی۔ اس سے فیض یاب ہونے والوں کا تعلق بدخشاں، روس، ترکستان، آسام، برما، سری لنکا، ایران، مالدیپ اور دیگر کئی ممالک سے ہے۔ مولانا ظفر علی خان نے ایک نظم کی شکل میں مدرسہ دیوبند اور علمائے دیوبند کو خراج تحسین پیش کیا۔ نظم کا عنوان "دیوبند" ہے۔

شاد باش و شاذری اے سرزمین دیوبند	ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند
ملت بیضا کی عزت کو لگائے چار چاند	حکمت بطحا کی قیمت کو کیا تو نے دوچند
اسم تیرا ابا مسمیٰ ضرب تیری بے پناہ	دیو استبداد کی گردن ہے اور تیری کمند
تیری رجعت پر ہزار اقدام سو جاں سے نثار	قرن اول کی خبر لائی تری الٹی زقند

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

تو علم بردارِ حق ہے حق نگہباں ہے ترا	خیل باطل سے پہنچ سکتا نہیں تجھ کو گزند
ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیری خاک کو	کرلیا ان عالمانِ دین قیم نے پسند
جان کردیں گے جو ناموسِ پیمبر پر فدا	حق کے رستہ میں کٹادیں گے جو اپنا بند بند
کفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ	جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند
اس میں قاسم ہوں کہ انور شاہ کہ محمود الحسن	سب کے دل تھے درد مند اور سب کی فطرت ارجمند
گرمی ہنگامہ تیری ہی حسین احمد سے آج	جن سے پرچم ہے روایاتِ سلف کا سربلند[14]

رنگون 15 اکتوبر 1933۔

- 8۔ مولانا مملوک علیؒ کے شاگرد کی علی گڑھ تحریک کے حوالہ سے خدمات:

مدرسہ رحیمیہ سے فارغ التحصیل "مولانا مملوک علی" سے دینی تعلیم حاصل کرنے والے سر سید احمد خان (1817ء تا 1898ء) دہلی میں سادات کے ایک علمی و ادبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید تقی تھا جو آپ کے بچپن میں ہی وفات پاگئے، یوں آپ کی تربیت آپ کی والدہ نے کی۔ آپ نے مدرسہ رحیمیہ سے فارغ التحصیل مولانا مملوک علی نانوتویؒ سے بھی دینی تعلیم حاصل کی۔ 1839ء میں آپ نے ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت اختیار کی اور تین سال بعد منصفی کا امتحان پاس کر کے 1846ء میں دہلی کے منصف مقرر ہوئے۔

سر سید احمد خان چاہتے تھے کہ مسلمان تعلیمی، سماجی اور سیاسی میدانوں میں ترقی کریں۔ مسلمانوں کو تعلیم کی جانب راغب کرنے کے لئے آپ نے 1857ء کی جنگ آزادی سے پہلے ہی غازی پور میں سائنٹفک سوسائٹی بنائی تاکہ مسلمانوں میں جدید علوم و فنون کی جانب رغبت ہو۔ جنگ آزادی میں مسلمانوں کی شکست اور سقوط دلی کے آپ پر نہایت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ اور انھی واقعات نے علی گڑھ تحریک کو بارآور کرنے میں بڑی مدد دی۔ سائنٹفک سوسائٹی کا قیام تو 1857ء سے پہلے ہی عمل میں آچکا تھا۔ بعد ازاں آپ نے علی گڑھ میں ایم اے او کالج قائم کیا جس نے آپ کی وفات کے بعد یونیورسٹی کا درجہ حاصل کیا۔ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا قیام بھی آپ کا ایک بڑا علمی کارنامہ تھا۔

سر سید احمد خان نے اپنے رفقائے کار مولانا الطاف حسین حالی، نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک کے ساتھ مل کر اپنی زندگی میں ایک ادارے کی حیثیت حاصل کرلی۔ سر سید احمد خان نے منتخب سورتوں کی تفسیر "تفسیر القرآن وھو الھُدیٰ القرآن" کے نام سے کی۔ مولانا الطاف حسین حالی نے سر سید کی تعریف میں ان کی زندگی پر ایک کتاب "حیات جاوید" مرتب کی۔ جس میں لکھتے ہیں کہ سر سید کی بے شمار خدمات ہیں لیکن انہوں نے اپنی تفسیر میں جابجا ٹھوکریں کھائیں اور بعض مقامات پر ان سے رکیک لغزشیں ہوئیں[15]۔ جب ایک انگریز ولیم میور نے اپنی کتاب "لائف آف محمد" میں رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی، جس کے جواب میں سر سید احمد خان نے "خطبات احمدیہ" تحریر کی اور اس کا جواب دیا۔ آپ نے مسلمانوں میں علوم و فنون کا شوق پیدا کرنے کے لئے "رسالہ تہذیب الاخلاق" جاری کیا۔

مسلمانوں کو ان کی تاریخ سے روشناس کرانے کے لئے سر سید احمد خان نے " آئین اکبری" "تزک جہانگیری " اور تاریخ فیروز شاہی دوبارہ مرتب کیں۔ جبکہ اسی دوران علی گڑھ کے استاذ مولانا شبلی نعمانی نے "الفاروق"، "المامون" اور اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر لکھیں۔ جبکہ مولوی ذکا اللہ نے "تاریخ ہندوستان" مرتب کی۔ اسی زمانہ میں قرآن کریم کا بامحاورہ ترجمہ قرآن کرنے والے: ڈپٹی نذیر احمد کے ناول چونکہ داستانوں کے تخیلی اسلوب سے ہٹ کر لکھے گئے تھے اور ان میں حقیقی زندگی کی جھلکیاں بھی موجود تھیں اس لیے انھیں وسیع طبقے میں قبولیت حاصل ہوئی اور ان ناولوں کے ذریعے علی گڑھ تحریک کی معتدل اور متوازن عقلیت کو زیادہ فروغ حاصل ہوا اس طرح نذیر احمد کی کاوشوں سے نہ صرف تحریک کے مقاصد حاصل ہوئے بلکہ ناول کی صنف کو بے پایاں ترقی ملی۔

علی گڑھ تحریک نے غزل کے برعکس نظم کو رائج کرنے کی کوشش کی۔ اس کی وجہ سر سید احمد خان نے یہ بتائی کہ غزلوں میں عشقیہ مضامین سموئے جاتے ہیں۔ لہٰذا مختلف موضوعات پر نظم کو فروغ ملنا چاہیئے۔ آپ نے مولانا الطاف حسین حالیؒ سے مدوجزر اسلام جسے مسدس حالی بھی کہا جاتا ہے؛ لکھوائی اور اسے اپنے اعمال حسنہ میں شامل کیا۔ آپ نے مولانا محمد حسین آزاد کی مثنوی "خواب امن" کی خوب داد دی۔ سر سید احمد خان کے تعلیمی، سیاسی اور سماجی اقدامات نے جلد ہی ایک قومی تحریک کی شکل اختیار کرلی۔ علی گڑھ سے تعلیم یافتہ رہنماؤں میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خان، لیاقت علی خان، خواجہ ناظم الدین، سردار عبد الرب نشتر اور دیگر اہم رہنما شامل ہیں۔[16]

- **9۔ مدرسہ رحیمیہ سے بالواسطہ تعلیم یافتہ مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ کی خدمات:**

مناظر اسلام، مولانا ثناء اللہ امر تسری (1868ء تا 1948ء) برصغیر کے معروف عالم دین، مفسر، محدث، مورخ، صحافی، ادیب، خطیب، مناظر اور دانشور تھے۔ آپ مولانا محمد علی جوہرؒ کے ہمراہ "جامعہ ملیہ اسلامیہ" کے بانیوں میں سے ہیں۔ آپ کے والد کا نام محمد خضر جو تھا۔ آپ کی پیدائش سے قبل آپ کا خاندان کشمیر سے ہجرت کر کے امر تسر آیا تھا۔ سات سال کی عمر میں والد اور چودہ سال کی عمر میں والدہ کا انتقال ہوا۔ آپ نے مولانا احمد اللہ کے مدرسہ تائید الاسلام سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کے علوم حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی سے حاصل کی۔ دار العلوم دیوبند میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے مزید تعلیم حاصل کی۔ یہ دار العلوم مدرسہ رحیمیہ سے فارغ التحصیل مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے شاگرد مولانا قاسم نانوتویؒ نے قائم کیا تھا۔ اس کے علاوہ مولانا ثناء اللہ امر تسری؛ مولانا احمد احسن کانپوری اور برصغیر کے دیگر علمائے کرام سے بھی مستفید ہوئے۔

1903ء میں آپ کی تفسیر "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" شائع ہوئی۔ جو "تفسیر القرآن بالقرآن" کا بہترین نمونہ ہے۔ اردو زبان میں "تفسیر ثنائی" کو مکمل کرنے میں آپ کو 36 سال کا عرصہ لگا، جو 8 جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس تفسیر میں مخالفین اسلام کو نہایت جامع جوابات دیئے گئے ہیں۔ اردو زبان کی یہ تفسیر مولانا کا ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

مولانا کو عیسائی پادریوں، دیگر غیر مسلمین، قادیانیوں اور منکر احادیث سے مناظروں میں شاندار کامیابیوں کی وجہ سے دنیا بھر میں شہرت حاصل ہوئی اور مناظر الاسلام کا لقب عطا ہوا۔ ایک تحریری مناظرہ ضلع بجنور میں 5 جون 1914ء سے 14 جون 1914ء تک چلا۔ یہ مناظرہ ہندوؤں سے تھا۔ اس کی خاص بات یہ تھی کہ اس مناظرہ میں مولانا کے استاد شیخ الہند بھی شامل تھے۔ لیکن تمام اہل اسلام کی جانب سے اس مناظرے میں مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ مقرر ہوئے اور چند ہی دنوں میں تمام ہندو مذہبی رہنما اس مناظرے سے بھاگ گئے۔ 1900ء میں آپ نے روزنامہ مسلمان جاری کیا جو بعد ازاں ہفت روزہ ہو گیا۔ قرآن وحدیث کی حقانیت ثابت کرنے اور معترضین کے جوابات دینے کے لئے آپ نے 1903ء میں ہفت روزہ "اہل حدیث" جاری کیا جو 03 اگست 1947ء تک شائع ہو تا رہا۔ آپ کی زیر ادارت قریباً ڈیڑھ سال جاری رہنے والے ماہنامہ مرقع قادیان نے قادیانیت کی بنیادیں ہلا دیں تھیں۔ آپ نے مسلمانوں کو متحد ہونے اور فرقہ پرستی سے دور رہنے کا مشورہ دیا۔ آپ کے بارے میں زیادہ تر معلومات ام القریٰ پبلی کیشنز کی ویب سائٹ (بزبانِ انگریزی) سے حاصل کی گئیں ہیں[17]۔

- **10۔ تحریک علی گڑھ سے وابستہ رہنے والے مولانا شبلی نعمانی کی خدمات:**

مولانا شبلی نعمانی ایک معروف محقق، شاعر، ادیب، سیرت نگار، مورخ اور عالم دین تھے۔ آپ کافی عرصہ سر سید احمد خانؒ کی صحبت اور ہمسائیگی میں رہے۔ علی گڑھ میں آپ بطور پروفیسر بھی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ مولانا شبلی نعمانیؒ (پروفیسر: علی گڑھ کالج) نے 1994ء میں مولانا محمد علی کانپوریؒ اور مولانا عبد الحق کے ساتھ مل کر لکھنؤ میں ندوۃ العلماء کی ترویج میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ اس وقت سر سید اور نواب محسن الملک نے بھی ندوہ کے قیام کا خیر مقدم کیا۔ ندوۃ العلما میں مدرسہ دیوبند کے فارغ التحصیل؛ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے بھی بطور ناظم خدمات سر انجام دیں۔ نیز مولانا اشرف علی تھانویؒ کے شاگرد سید سلیمان ندوی بھی ندوہ سے وابستہ رہے۔ ندوۃ العلما کے بعد مولانا شبلی نعمانی نے اعظم گڑھ میں دار المصنفین کا منصوبہ بھی بنایا۔ دین اسلام کے حوالہ سے آپ کی بڑی خدمت اردو زبان میں سیرت النبی ﷺ تحریر کرنا ہے جس کی پہلی دو جلدیں، آپ نے اور آپ کی وفات کے بعد بقایا تین جلدیں، سید سلیمان ندوی نے تحریر کیں۔ سید سلیمان ندوی نے سیرت النبی ﷺ کی بقایا 3 جلدیں تحریر کیں۔

مولانا شبلی نعمانیؒ، مولانا حمید الدین فراہیؒ اور مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ کی کاوشوں سے مکتبہ فراہی کا بھی آغاز ہوا اور مدرسۃ الاصلاح اعظم گڑھ نے خاص طور پر اس کام کو آگے بڑھایا۔ مکتبہ فراہی نے تفسیر قرآن بالقرآن اور نظم قرآن کے حوالہ سے کام کیا جس سے عصر حاضر میں اردو دان طبقہ کو قرآن کے سمجھنے میں نہایت آسانی ہوئی۔ مولانا شبلی نعمانیؒ اپنے دو شاگردوں مولانا حمید الدین فراہی جو ان کے ماموں زاد بھائی بھی تھے اور سید سلیمان ندویؒ پر ہمیشہ فخر کرتے تھے۔ نظم قرآن اور تفسیر قرآن بالقرآن کے کام کو مولانا حمید الدین فراہیؒ کے بعد مولانا امین الاحسن اصلاحیؒ اور جاوید احمد غامدیؒ نے آگے بڑھایا۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ بھی اس تحریک سے متاثر تھے اور آپ نے بھی اپنی تفسیر "تفہیم القرآن" میں کسی حد تک اس منہج کو اپنایا ہے۔[18]

11۔ تحریک علی گڑھ سے وابستہ رہنے والے مولانا محمد علی جوہر کی خدمات:

مولانا محمد علی جوہر؛ علی گڑھ کالج کے ایلومنائی اور وہاں کے طلباء میں نہایت مقبول بھی تھے۔ 1920ء میں آپ تحریک خلافت سمیت انگریز مخالف تحریکوں کے روح رواں تھے۔ آپ نے اپنی مادر علمی کی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ وہ طلباء کو حکومت مخالف مظاہروں میں شامل ہونے کی اجازت دیں۔ علی گڑھ کالج کی انتظامیہ نے ایسا نہ کیا

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

لیکن بہت سے طلباء ان احتجاجوں میں شامل ہونا چاہتے تھے۔یوں آپ نے علی گڑھ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی اور دیکھتے ہی دیکھتے جامعہ ملیہ اسلامیہ ایک مضبوط تعلیمی ادارہ بن گیا۔1925ء میں آپ نے جامعہ کو دہلی منتقل کیا۔اس جامعہ نے حکومت مخالف تحریکوں کے کارکن مہیا کیے اور انگریزوں کو سخت چیلنج کاسامنا کرنا پڑا۔

حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری جیسے بزرگوں اور مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ جیسے نوجوانوں نے اس ادارے کو کامیاب بنانے کے لئے مولانا محمد علی جوہر کا بھرپور ساتھ دیا۔

جب مولانا محمد علی جوہر: نے اعلانیہ قائد اعظم کا ساتھ دینے کا اعلان کیا اور مسلم قوم کی جداگانہ جدوجہد شروع کی تو اس جامعہ نے دو قومی نظریہ کی اشاعت میں بھرپور پلیٹ فارم مہیا کیا۔ اور مسلم لیگ کی تحریکوں کو کامیاب بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ جب گاندھی پہلی مرتبہ علی گڑھ آئے تو انہوں نے طلباء سے خطاب میں کہا کہ یہاں آنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ میں محمد علی جوہرؒ کی مادر علمی کو دیکھ سکوں۔[19]

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے زیر اہتمام علم و ادب کی خدمات کے لئے "اردو اکیڈمی" بنائی گئی نیز ایک دار الاشاعت قائم ہوا جس نے بڑی تعداد میں معیاری کتب شائع کیں۔ جامعہ میں روایتی اور انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ صنعت و حرفت، کپڑا سازی اور دیگر فنون کی تربیت کا بندوبست بھی کیا گیا۔

- **خلاصہ مباحث:**

شہنشاہ اکبر کے دور میں دین اکبری کے خلاف جدوجہد کے حوالہ سے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ برصغیر میں مسلمانوں کے دور زوال میں دینی مدارس کی خدمات کے حوالہ سے ایک تحقیقی کتاب مولانا ابوالحسنات ندوی نے تحریر کی ہے[20]۔ برصغیر کے دیگر مدارس کی طرح دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے شاہ عبدالرحیم دہلویؒ اور ان کے صاحبزادہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مدرسہ رحیمیہ کی علمی خدمات بھی نہایت نمایاں ہیں۔ زیر نظر مضمون میں نہایت مختصر طور پر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمات کے علاوہ مدرسہ رحیمیہ کی خدمات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

زیر نظر مضمون میں نہ صرف حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے بلکہ شاہ عبدالرحیم اور ان کے فرزند حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مدرسہ رحیمیہ کی خدمات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس حوالہ سے مندرجہ ذیل ترتیب سے حضرت مجدد الف ثانیؒ اور مدرسہ رحیمیہ کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دین اکبری کے خلاف حضرت مجدد الف ثانی کی جدوجہد، شاہ عبدالرحیمؒ کے اجداد کا حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جدوجہد میں حصہ، شاہ عبدالرحیمؒ کی علمی خدمات، شاہ عبدالرحیمؒ کے فرزند شاہ ولی اللہؒ کی علمی خدمات، خانوادہ شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کا عملی جہاد و قتال میں حصہ، شاہ عبدالرحیم کے پوتوں کی علمی خدمات، جہاد و ہجرت، مدرسہ رحیمیہ کے فارغ التحصیل مولانا مملوک علیؒ کے شاگردوں مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کی مدرسہ دیوبند کے حوالہ سے خدمات کا جائزہ لیا گیا۔ ان کے بعد مدرسہ رحیمیہ سے فارغ التحصیل مولانا مملوک علیؒ کے شاگرد سرسید احمد خان کی علی گڑھ تحریک کے حوالہ سے خدمات کے علاوہ، مدرسہ رحیمیہ سے بالواسطہ استفادہ کرنے والے مولانا ثناء اللہ امرتسری، تحریک علی گڑھ سے وابستہ رہنے والے مولانا شبلی نعمانیؒ اور تحریک علی گڑھ سے وابستہ رہنے والے مولانا محمد علی جوہر کی علمی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جس سے علم ہوتا ہے کہ برصغیر کے معروف مسالک دیوبندی، اہل حدیث، سلفی، علی گڑھ سے تعلیم یافتہ علمائے دین اور تحریک پاکستان اور پورے برصغیر کی احیائے اسلام کی تحریکوں کے علاوہ سلاسل طریقت کے بزرگوں میں سے بیشتر کے تانے بانے شاہ ولی اللہؒ کے والد شاہ عبدالرحیم کے مدرسے سے ملتے ہیں۔ علمائے کرام اور عام لوگوں کا اس حوالہ سے تفصیلات کا جاننا اس لئے نہایت ضروری ہے تاکہ فرقہ واریت کی لہر پر قابو پایا جاسکے۔

نتائج:

- دین اکبری کے نفاذ کے بعد ایک مرتبہ پھر احیائے دین شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کے ساتھیوں کی وجہ سے ممکن ہوئی اور برصغیر میں اسلام کا بول بالا ہوا۔
- دور مغلیہ کے زوال کے بعد سے قیام پاکستان تک حضرت شاہ ولی اللہؒ کے والد کے قائم کردہ مدرسہ رحیمیہ سے فارغ التحصیل علمائے کرام کی خدمات مثالی ہیں۔ تحریک علی گڑھ، مدرسہ دیوبند، مکتب اہل حدیث کے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، علامہ شبلی نعمانیؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ اور علی گڑھ سے تعلق رکھنے والے تحریک آزادی کے نامور مسلمان علمائے کرام؛ بیشتر علمائے کرام کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ مدرسہ رحیمیہ سے جاملتا ہے۔ جب ہم اس تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو برصغیر میں فرقہ واریت بالکل بے معنی نظر آتی ہے۔
- مدرسہ رحیمیہ سے فارغ التحصیل علمائے کرام نے صرف علمی، تحقیقی اور سیاسی میدان میں ہی نہیں بلکہ شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید کے ہمراہ عملی جہاد و قتال میں بھی شرکت کی اور شاندار خدمات پیش کیں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

- **تجاویز و سفارشات:**
- عہد حاضر میں ملت اسلامیہ کی ترقی اور اتحادِ امت کے لئے مسلمانوں کو دوبارہ مجددی اور ولی اللہی فکر کی جانب لوٹنا ہو گا جو علم ظاہری (شریعت) اور علم باطنی (طریقت و تصوف) کے مابین توازن قائم کرتی ہیں۔
- عہد حاضر کے نصاب تعلیم میں مدرسہ رحیمیہ کی خدمات کو اس انداز میں شامل کیا جانا چاہیئے کہ طلباء میں یہ احساس پیدا ہو کہ برصغیر کے بیشتر مکاتب فکر ایک ہی مدرسہ سے سورج کی کرنوں کی طرح پھیلے ہیں اور ان مکاتب فکر میں سوائے علمی اختلافات کے کوئی فرق نہیں ہے۔
- امت مسلمہ کو حضرت شاہ ولی اللہ کی تعلیمات سے فائدہ اٹھانا ہو گا جیسا کہ آپ نے حجۃ البالغہ میں یہ تعلیمات پیش کیں کہ فروعی اختلافات تو علمی وسعت کے لئے ہوتی ہیں نہ کہ نفرتیں اور تفرقہ پھیلانے کے لئے۔
- پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے مدارس اور یونیورسٹیز کو چاہیئے کہ فرقہ واریت کی بیخ کنی کے لئے شیخ احمد سرہندیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے افکار پر مشترکہ سیمینارز منعقد کراتی رہیں۔
- **حوالہ جات:**

---

[1] ۔ مولانا ابو الحسنات ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، 2014ء۔

[2] ۔ شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر: اسلامی ہند و پاکستان کی مذہبی اور علمی تاریخ، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، 1991، ص234 تا 240۔

[3] ۔ شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی (مترجم: قاضی عالم الدین نقشبندی، اسلامیہ پبلیکیشنز لاہور، جلد اول، مکتوب نمبر 47، 1972، ص168۔

[4] محمد یسین مظہر صدیقی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا تعارف، انٹرنیشنل پرنٹنگ پریس، علی گڑھ، 2001ء، ص04۔

[5] ۔ ایضاً، ص6۔

[6] ۔ ایضاً، ص9۔

[7] ۔ محمد یسین مظہر صدیقی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا تعارف، ص8۔

[8] ۔ https://www.rekhta.org/authors/shah-waliullah-mohaddis-delhvi/ebooks, 15-01-2025.

[9] ۔ محمد یسین مظہر صدیقی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا تعارف، ص10۔

[10] ۔ سید علی حسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت جلد پنجم، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ، 2002، ص112۔

[11] ۔ محمد یسین مظہر صدیقی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا تعارف، ص17۔

[12] ۔ ایضاً، ص121۔

[13] ۔ ایضاً۔

[14] ۔ مولانا ظفر علی خان، نگارستان، یونائیٹڈ پبلشرز لاہور، 2000، ص121۔

[15] ۔ حیات جاوید، ص184۔

[16] ۔ ایضاً۔

[17] ۔ https://umm-ul-qura.org/biography-of-shaykh-al-islam-thanaullah-amritsari, 21-01-2024.

[18] ۔ مولانا شبلی نعمانی، مجموعہ نظم شبلی اردو مع سوانح عمری از قلم مولانا عبد الحلیم شرر، مرتب سید ظہور الحسن، مہتاب پریس دہلی، 1921، ص48 تا 55۔

[19] ۔ رئیس احمد جعفری، سیرت محمد علی، تخلیقات لاہور، ص415 تا 420۔

[20] ۔ مولانا ابو الحسنات ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، 2014ء۔